مولانا قاری سعید الرحمٰن خطیب جامعہ اسلامیہ
کشمیر روڈ۔ راولپنڈی صدر

شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتی مدظلہ

ایک شخصیت ــــــــ ایک عہد ــــــــ ایک تاریخ

علمی تاریخ کا ایک روشن باب، پیکر معصومیت وجمال، مجسمۂ اخلاص وللّٰہیت، دین کیلئے سراپا فکر، حدیث کا بے لوث خادم اور پٹھانوں کے شاہ ولی اللہؒ۔

دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر تربیلہ اور غازی سے چند میل دور علاقہ چھچھ کا آخری شرقی قصبہ غورغشتی واقع ہے۔ غورغشتی کے اکثر باشندے افغان قبیلہ "کاکڑ" سے تعلق رکھتے ہیں۔ صدیوں پہلے اس قبیلہ کے ایک سردار شیخ محمد اشرف کی سرکردگی میں تقریباً چار ہزار افغان مجاہدین کی جماعت قندھار سے جہاد کے لیے ہندوستان آئی۔ پانی پت کرنال اور بعض دوسرے علاقوں میں فوجی یورشوں کے بعد واپس وطن جاتے ہوئے یہ لوگ غورغشتی اور اردگرد علاقوں میں بس گئے۔ یہ قصبہ پٹھانوں کی روایات، غیرت وحمیت، بہادری وجفاکشی اور پھر علم وفضل اور طریقت ومشیخت ہر معاملہ میں امتیازی شان کا حامل رہا ہے۔ بڑے بڑے مشائخ وصوفیاء یہاں گذرے ہیں۔ جو طالبان حق اور گم کردہ راہوں کیلئے طمانیت اور ہدایت کا سامان مہیا کرتے۔ مشاہیر علماء وفضلاء کے یہاں تقریباً ہر دور میں علم وفضل کی محفلیں جمی رہتیں۔ ایک وقت تھا کہ دور دراز سے علم وفضل کے پیاسے یہاں آکر اپنی تشنگی دور کیا کرتے۔ اور وسعت کے مطابق اپنے دامنوں کو جواہر پاروں سے بھر کرلے جاتے، یہ تو پرانے دور کی باتیں ہیں ــــ

اس دور میں غورغشتی کی شہرت حضرت بقیۃ السلف فخر المحدثین شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب مدظلہ کی ذات بابرکات سے ہے۔ حضرت ممدوح کی متوکلانہ زندگی، بے تکلف

معاشرت اور سادہ رہن سہن کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے علماء و محدثین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ زندگی میں تکلف و تصنع ، ریا اور نمود کا نام و نشان تک نہیں۔ حضرت کا معصوم چہرہ اذا رأوا ذکر اللہ کا صحیح مصداق ہے۔ ساری زندگی خلوت و گوشہ نشینی اور انقطاع الی اللہ میں گذری۔ علم حدیث کی مسلسل نصف صدی تک خدمت کیوجہ سے روح عشق نبوی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اتباع سنت کا جذبہ ہر عمل و کردار میں نمایاں ہے۔ اعضاء و جوارح میں ضعف و کمزوری کے باوجود قلب و دماغ ہر وقت فکر دین میں مصروف ہیں۔

اس مرد درویش نے جس خاموشی ، تندہی ، یکسوئی اور ظاہری نشوونما اور دنیوی منفعتوں سے بے نیاز ہو کر جسطرح حدیث نبوی کی خدمت کی ہے۔ اس کا تصور بھی اس دور میں نہیں کیا جاسکتا۔ ساری زندگی توکل میں بسر کی تدریسی زندگی کے چند ابتدائی سالوں کے علاوہ تقریباً چالیس سال بغیر کسی دنیوی منفعت کے اپنے قصبہ غورغشتی میں ہزاروں تشنگان علوم کی سیرابی آپ کی حیات مبارکہ کا ایک سنہرا باب ہے۔ آپ کا قیام آجکل اپنی مسجد ہی میں رہتا ہے۔ مسجد کے بائیں طرف آپ کا کمرہ ہے ـــ یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون ـ الخ کے مطابق سارا وقت عبادات اور ذکر و فکر میں صرف ہوتا ہے۔ واردین و صادرین سے باوجود ضعف کے انتہائی بشاشت کیساتھ ملاقات فرماتے ہیں۔ چڑچڑاپن نام کو بھی نہیں۔ طبیعت میں تحمل اور چھوٹوں پر شفقت بہت زیادہ ہے۔ بارہا خیال ہوا کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر زندگی کے کچھ حالات معلوم کئے جائیں۔ تاکہ اس قحط الرجال کے دور میں اپنے اسلاف اور بزرگوں کے حالات سے کچھ واقفیت حاصل کی جاسکے۔ ویسے تو عموماً حاضری ہوتی رہتی ہے۔ اور حضرت والد صاحبؒ (حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ) سے خصوصی تعلق و محبت کی وجہ سے نہایت کرم فرماتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے حاضری میں اندیشہ محسوس کر رہا تھا کہ کہیں اظہار حالات حضرت کی طبع لطیف پر ناگوار نہ ہو۔ اس لئے خود ہی زندگی کے بعض واقعات کے بارے میں غیر مرتب طریقہ سے کچھ باتیں دریافت کیں۔ حضرت بڑی بشاشت و محبت سے جواب دے رہے تھے جس سے ڈھارس بندھی۔ اور عرض کیا ، حضرت کچھ اپنی زندگی کے بارے میں ارشاد فرمائیں ، تاکہ ہم جیسوں کیلئے مشعل راہ اور ہدایت کا ذریعہ بنے۔ حضرت چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ یہ درخواست سنکر بیٹھ گئے اور بے تکلفی سے فرمانے لگے۔ میرے کوئی لمبے چوڑے حالات نہیں ہیں۔ اور نہ

ان میں کوئی خاص بات ہے۔ مگر عرض کیا۔ حضرت نے درخواست قبول فرمائی۔ ضعف و کمزوری اور پیرانہ سالی سے بیٹھے رہنے پر بار محسوس ہونے لگا۔ اس لئے عرض کیا گیا کہ حضرت چارپائی پر لیٹے رہیں۔ اور لیٹے ہی ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ حضرت نے اپنی زندگی کے یہ مختصر حالات ارشاد فرمائے:

سلسلۂ نسب اور خاندان | حضرت کا سلسلۂ نسب اسطرح ہے۔ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب ولد مولانا بہاؤ الدین صاحب ولد مولانا سعد الدین صاحب ولد محمد موسیٰ صاحب ولد اخوند محمد بشارت صاحب۔

آپ کا خاندان قدیم زمانہ سے علم و مشیخت، فضل و کمال اور طریقت و معرفت، نیز ظاہری عزت و شوکت میں ممتاز خاندان رہا ہے۔ آپ کے والد محترم مولنا بہاؤ الدین صاحب سلسلۂ چشتیہ کے مشہور صاحب نسبت بزرگ گذرے ہیں۔ طریقت و معرفت کے علاوہ جامع عالم و فاضل تھے۔ تفسیر میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ علم حدیث کے علاوہ سب علوم میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔ اس علاقہ میں علم حدیث کی تدریس کا رواج اسوقت نہ تھا۔ زیادہ توجہ فقہ تفسیر منطق فلسفہ اور دیگر علوم آلیہ کیطرف ہوئی۔ (کہا معلوم تھا کہ یہ کمی آپ کے لائق فائق صاحبزادے کے ذریعہ پُر ہونا ہے) علوم ظاہریہ و باطنیہ دونوں کے پیاسے آپ کے پاس آکر اپنی تشنگی دور کرتے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ طالبین علوم ظاہریہ کے ساتھ ساتھ معرفت و سلوک کے متلاشی بھی آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ مگر دوسرے حضرات کی طرح لنگر اور خورد و نوش کا روایتی اور رسمی طریقہ پر انتظام نہ تھا۔ بلکہ سادگی اور نام و نمود سے تنفر ہر پہلو پر نمایاں رہتا۔ اٹک شریف کے مشہور معقولی عالم و استاذ مولنا غلام رسول صاحب جنکا بڑا فیض جاری ہوا، مولنا بہاؤ الدین صاحب ہی کے شاگرد اور باطنی فیض یافتہ تھے۔ اٹک شریف کے خاندان نے آخر تک اس علمی خاندان سے اپنے تعلق کو نبا ہا۔

مولنا بہاؤ الدین صاحب اپنے والد ماجد مولنا سعد الدین صاحب کے شاگرد بھی تھے۔ اور مرید بھی۔ خلافت آپ کو اپنے والد ماجد ہی سے ملی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب کے دادا مولنا سعد الدین صاحب جو "اخوان صاحب" کے نام سے مشہور تھے بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں۔ آپ حضرت سوات بابا حاجی عبد الغفور اخوند صاحب سوات کے ہم قرن تھے۔ اخوند صاحب فرمایا کرتے تھے کہ علاقہ چھچھ

میں جب "اخوان صاحب" موجود ہیں تو پھچھ کے لوگوں کو میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے۔

ولادت | کیا معلوم تھا کہ مولانا نصیر الدین صاحب آگے چل کر ایک صاحبِ فیض عالم اور صاحب سلسلہ شیخ کی حیثیت سے نمودار ہوں گے۔ کسی نے سنِ ولادت محفوظ رکھنے کیطرف توجہ نہ دی۔ جیسا کہ عموماً اس علاقہ میں ہوتا تھا۔

مگر حضرت نے خود بعض قرائن سے اپنا سنِ ولادت ۱۲۹۵ھ بیان فرمایا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے دادا صاحب کا انتقال ۱۳۰۹ھ میں ہوا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ اس وقت میری عمر ۱۴ سال کی تھی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۲۹۵ھ میں ولادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم | چونکہ یہ علمی خانوادہ تھا۔ اس لئے حصولِ تعلیم کے لئے آپ کو پہلے باہر جانے کی ضرورت نہ پڑی۔ آپ نے قرآنِ مجید، فارسی کی کتابیں، نامِ حق، نظم گلستان وغیرہ اپنے بھائی مولانا شہاب الدین صاحب سے پڑھی۔[1]

حضرت فرماتے ہیں: کہ دورانِ تعلیم سنا کرتا تھا کہ "ہندکو" میں صرف ونحو کی کتابیں اچھی ہوتی ہیں۔ اس لئے صرف ونحو کی تعلیم کیلئے علاقہ "ہندکو" کے ایک گاؤں "سروبہ" گیا، وہاں کے استاذ سے نحو میر اور دوسری نحو وصرف کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ "سروبہ" میں قیام کے دوران علاقہ "ملہ" ملتان کی شہرت سنی کہ وہاں ان فنون کے ماہر اساتذہ ہیں۔ چنانچہ وہاں کچھ عرصہ رہ کر مائۃ عامل ہدایۃ النحو کافیہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ حضرت فرماتے ہیں: کہ اس کے بعد میں انہی شریف کے استاذ مولانا غلام رسول صاحب کے پاس شرح جامی حاشیہ عبد الغفور اور علم معانی وغیرہ کی تعلیم کے لئے گیا۔ انہی کے استاذ صاحب اس وقت ضلع کیمبل پور کے ایک گاؤں "نوتھ"[2] کے ایک مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ نوتھ کے ایک عالم مولانا سلطان احمد صاحب بڑے مشہور واعظ تھے۔ وہ مختلف بستیوں اور علاقوں میں وعظ کے لئے جایا کرتے۔ انہوں نے اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ قائم کیا ہوا تھا۔ انہی کے استاذ صاحب وہاں پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں ان کی خدمت میں "نوتھ" حاضر ہوا۔ بڑی شفقت و محبت سے پیش آئے۔ فرمانے لگے کہ تم میرے مرشد اور استاذ کے صاحبزادے ہو۔ اس لئے

---

[1] آپ کے صاحبزادے مولانا قطب الدین صاحب مشہور عالم فلسفہ ومنطق وریاضی میں بڑے ماہر اور صاحب فن گزرے ہیں۔ دورۂ حدیث آپ نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے پڑھا تھا۔

[2] پنڈی گھیب فتح جنگ۔

تم میرے گھر کے ایک فرد کی طرح رہو گے۔ تمہارا کھانا ہمارے گھر سے آیا کرے گا۔ ان کی خدمت میں رہ کر علم نحو منطق اور معانی کی تکمیل کی۔

دورۂ حدیث | انہی کے استاذ مولانا غلام رسول صاحب سے مختلف علوم کی کتابیں پڑھنے کے بعد دورۂ حدیث کیلئے آپ ضلع میانوالی کے قصبہ چکڑالہ۔ مولانا قاضی قمرالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا قاضی قمرالدین صاحب مشہور محدث اور صاحب مقامات بزرگ گذرے ہیں۔ آپ نے حدیث مولانا احمد حسن صاحب امروہی سے پڑھی تھی۔ جو حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خاص تلامذہ و مریدین میں سے تھے۔

قاضی صاحب حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ موسیٰ زئی (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کے خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ دوران درس حضرت قاضی صاحب اپنے مرشد کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے مجھے بھی خیال آیا کہ میں بھی حضرت خواجہ صاحب سے بیعت ہو جاؤں، مگر اس سال حضرت خواجہ صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اور بیعت نہ ہو سکا۔

مرشد اول کا انتخاب | خواجہ محمد سلیمان صاحب کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ سراج الدین صاحب آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔ اس سلسلہ کے طریقہ کے مطابق قاضی صاحب نے خواجہ سراج الدین صاحبؒ سے تجدید بیعت کی۔ اور مکمل کئے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں: کہ میں بھی قاضی صاحب کے ہمراہ حضرت خواجہ سراج الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بیعت کر لی۔ مگر حضرت خواجہ سراج الدین صاحب جوانی ہی میں وفات پا گئے۔

مرشد ثانی کا انتخاب | حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں: حضرت خواجہ صاحب کے انتقال کے بعد حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب حضرت قاضی قمرالدین کے مشورہ سے حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب سے بیعت ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ سراج الدین صاحب حضرت مولانا حسین صاحب کے شاگرد تھے مگر حضرت خواجہ سلیمان صاحب کے انتقال کے بعد جب خواجہ سراج الدین صاحب خلیفہ ہوئے تو حضرت مولانا حسین علی صاحب نے بھی سلسلہ کے طریقہ کے مطابق اپنے تلمیذ سے تجدید بیعت کی۔ حضرت مولانا حسین علی

صاحبؒ سال میں دو بار ضرور حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔
واں بچھراں میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کا کافی قیام رہا۔ زیادہ تر آپ سلوک و معرفت کیلئے شیخ کی خدمت میں مقیم رہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں: کہ حضرت مولنا قمرالدین صاحبؒ اور حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ بڑے پایہ کے بزرگ اور بہت حلیم الطبع اور متحمل مزاج تھے۔ طلبہ اور عوام دونوں سے بڑی ملنساری سے پیش آتے۔ مگر حضرت مولانا حسین علی صاحب اگر کہیں شرک و بدعت اور رسوم کیطرف میلان دیکھتے تو جلال میں آجاتے۔ ساری زندگی آپ کی شرک و بدعت اور غلط رسوم کے استیصال میں گذری۔ اس بارے میں آپ کی خدمات ممتاز ہیں۔

سفر رنگون | علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت کے بعد آپ اپنے وطن غور غشتی آکر تدریس میں مشغول ہو گئے۔ چند سال آپ نے صرف و نحو معانی اور دیگر علوم کی تدریس میں صرف کئے۔

نوتھ کے عالم مولانا سلطان احمد صاحب کا حال گذشتہ سطور میں معلوم کر چکے ہیں۔ یہ مشہور واعظ تھے۔ ان کی آمد و رفت رنگون میں رہی۔ وہاں کے کافی لوگ ان کے معتقد تھے۔ لوگوں کے اصرار پر آپ نے رنگون کی ایک جامع مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ میں نوتھ میں اپنے شریف کے استاذ مولنا غلام رسول کی خدمت میں قیام کر چکا تھا۔ اس لئے مولانا سلطان احمد صاحب سے بخوبی واقفیت تھی۔ انہوں نے مجھے رنگون کے مدرسہ میں تدریس کی دعوت دی۔ چنانچہ میں نے دعوت قبول کر لی۔ اور متفرق طور پر چند سال وہاں تدریس میں مشغول رہا۔

سفر حج | رنگون کے قیام کے دوران ہی حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ فرمایا کہ اس وقت حجاز میں سلطان عبدالحمید خان کی حکومت تھی، عجیب دور تھا۔ اس زمانہ میں روس کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی داستانیں زبان زد خلائق تھیں۔ روسی مسلمان مہاجرین کے قافلے حجاز ہندوستان اور دوسرے ممالک میں آرہے تھے۔

دیو بند حاضری | فرمایا: رنگون اور دوسرے مختلف مقامات پر دارالعلوم دیوبند اور حضرت شیخ الہندؒ کی شہرت سنا کرتا تھا۔ دل میں بڑی عظمت تھی، اور ساتھ ہی ساتھ علمی طور

پر معرعیت بھی تھی۔ رنگون میں قیام کے دوران جب کوئی دیوبند سے پڑھا ہوا عالم آتا، تو دیوبند کی شہرت اور علمی ساکھ کی وجہ سے مسائل میں ان سے بحث میں احتراز کرتے کہ یہ بڑی جگہ کے پڑھے ہوتے ہیں۔ یہ خداداد علمی شان تھی جو دارالعلوم دیوبند کو من جانب اللہ عطا ہوئی تھی۔ دل میں بارہا خواہش پیدا ہوئی کہ موقع ملے تو دیوبند حاضر ہو کر حضرت شیخ الہندؒ سے استفادہ کروں۔ چنانچہ اسی ارادہ سے رنگون سے واپسی پر دیوبند اترا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ترمذی شریف ہدایہ آخرین، توضیح و تلویح میں داخلہ کا امتحان لیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے الفاظ ابھی تک یاد ہیں کہ طالب علم لائق نظر آتا ہے۔" دیوبند میں تین چار ہفتہ قیام رہا۔ فرماتے ہیں: کہ چونکہ اس سے قبل حدیث کے درس و تدریس میں کافی عرصہ تک مشغولیت رہی تھی۔ جو معلومات تھیں اس سے زیادہ کا اضافہ نظر نہ آیا۔ نیز طبیعت بھی خراب ہو گئی تھی۔ اس لئے واپس آگیا:

غورغشتی دوبارہ آمد | دیوبند سے واپسی پر نوتھ میں اپنی استاذ صاحب کی خدمت میں کچھ دن قیام رہا۔ اور پھر غورغشتی میں مستقل قیام کے ارادہ سے آگیا۔ اور درسِ حدیث کا آغاز کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف سے طلبہ و علماء امڈ پڑے۔ فارسی اور پشتو بولنے والے حضرات علماء و طلبہ نے خصوصیت سے حضرت کی طرف رجوع کیا۔ یہ حضرت کے خلوص و للّٰہیت کی کھلی نشانی ہے۔ کہ اس دور و دراز قصبہ میں صوبہ سرحد قبائلی علاقے اور افغانستان اور ترکستان کے بیشتر حصوں کے طلبہ کے قلوب آپ کی طرف مجذب ہوئے اور حضرت کا فیض عام ہوا۔ غورغشتی میں تقریباً چالیس سال تک مسلسل آپ نے درسِ حدیث دیا۔ مختلف سالوں میں ساٹھ سے لیکر ڈیڑھ دوسو تک طلبہ آپ کے پاس مقیم رہے۔

حضرت کے اندازہ کے مطابق اس طویل عرصہ میں کم از کم پانچ ہزار کے قریب طلبہ نے براہِ راست آپ سے حدیث پڑھی۔ بلاواسطہ تلامذہ کا شمار مشکل ہے۔ اس دور میں اسلاف کے نمونہ پر بغیر کسی دنیوی طمع و نفع کے علم حدیث کی یہ خدمت آپ کے لئے آخرت کا بہترین اور قیمتی سرمایہ ہے۔

علم حدیث سے خصوصی لگاؤ اور شغف کی وجہ سے اتباعِ سنت کا جذبہ بڑا نمایاں ہے۔ بدعت سے طبیعت میں شدید تنفر ہے۔ مگر ساتھ ساتھ ہر معاملہ میں حزم و احتیاط

اعتدال اور میانہ روی بھی حضرت کی ایک خصوصی شان ہے۔ تحریک ختم نبوت کے موقع پر حضرت نے باوجود ضعف و کمزوری کے قید و بند کی مصائب جھیلیں۔ اس دور میں ایک عجیب جوش اور ولولہ ظاہر ہوتا تھا۔

تصنیفی خدمات | آپ نے حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف پر حاشیہ قلمبند فرمایا۔ صورت یہ ہوتی تھی کہ مختلف کتب کے مطالعہ کے بعد پھر اس کا نچوڑ اور خلاصہ املاء فرمایا کرتے تھے۔ اور پھر خود اسکی تصحیح فرماتے۔ مشکوٰۃ شریف کا یہ حاشیہ حضرت نے بڑی عرق ریزی سے مرتب فرمایا۔ پشاور کے ایک ناشر نے اس کو طبع کرایا تھا۔ مگر وہ حضرت کے حسب منشاء نہیں تھا۔ مطبع مجتبائی دہلی والوں نے بھی اس کے طبع کا ارادہ کیا تھا۔ مگر تقسیم ملک کی وجہ سے معرض التوا میں پڑ گیا۔ حضرت نے بڑی دل سوزی سے فرمایا کہ کاش! کوئی مخلص مطبع والے اسکو طبع کراتے تو میری آنکھوں کو ٹھنڈک ہوتی۔

ایک سوال کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ اس دور میں اسلام کے خلاف جسقدر سازشیں ہو رہی ہیں۔ اسکی نظیر گذشتہ تاریخوں میں نہیں ملتی۔ باطل جسطرح منظم ہو کر حق پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ عرض کیا کہ اس موقعہ پر عوام اور علماء کو کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا: عوام کو قرآن و حدیث کی صحیح سمجھ حاصل کرنی چاہیئے۔ اگر فطرت سلیمہ ہو تو قرآن و حدیث تذکیر اور فرق باطلہ سے محفوظ رہنے کیلئے مضبوط ڈھال ہیں۔ علماء اپنی قوت و استطاعت کے مطابق جد و جہد کرتے رہیں۔ اور ساتھ ساتھ انفرادی طور پر ارشاد ربانی:— فاتقوا اللہ ما استطعتم (ڈر اللہ سے جسقدر تم طاقت رکھو) اور فرمان نبوی— اذا رایت شحًا مطاعًا وھوًی متبعًا— الی قولہ— واعجاب کل ذی رای رایہ فعلیک بخویصۃ نفسک۔ الخ کے مطابق اپنے نفس کی فکر کرنی چاہیئے۔ کہ اب وہ دور آ رہا ہے کہ اپنا نفس ہی اگر بچ جائے تو بس غنیمت ہے۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ میری قلبی خواہش ہے کہ علماء فروعی مسائل میں زیادہ وقت ضائع نہ کریں۔ بلکہ فرق باطلہ کے سامنے بنیان مرصوص کیطرح ڈٹ جائیں— فرمایا: علماء کا فروعی مسائل میں افتراق اور انتشار فرق باطلہ کو آگے بڑھنے کا موقع فراہم کر رہا ہے۔ فرمایا: دراصل آج ایسی مرکزی شخصیتیں بھی نہ رہیں جو سب کو ایک مرکز پر جمع کرانیکا ذریعہ بن سکیں— ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ کاش! ارباب حکومت کے ذہن میں یہ بات آجاتی کہ مسلمانوں کی بھلائی صرف اسلام میں ہے۔ اور اسی کی پناہ میں آکر ہم دین و دنیا کے ہر مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔